OPEN ACCESS
RUSHD
(Bi-Annual Research Journal of Islamic Studies)
Published by: *Lahore Insititute for Social Sciences, Lahore.*

ISSN (Print): 2411-9482
ISSN (Online): 2414-3138
Jan-June-2024
***Vol:* 5, *Issue:* 1**
Email: journalrushd@gmail.com
OJS: https://rushdjournal.com/index

Muhammad Abubakar[1]

Habib U Rahman[2]

قرآن کریم میں نبی ﷺ سے کیے گئے سوالات کی نوعیت اور ان کے جوابات (ایک تحقیقی مطالعہ)

The Nature of Questions Asked to the Prophet in the Quran and Their Answers (A Research Study)

Abstract

When the Prophet Muhammad (PBUH) started teaching Islam in Arabia, he got different reactions. Some people wanted to learn and understand, while others asked questions to trick or test him. His friends asked questions to learn more and follow his guidance, wanting to become better Muslims. But others tried to discredit him and turn people against him. This article looks at the questions people asked him, as recorded in the Qur'an, and how he answered them. We see how he stayed

1 MPhil Scholar in Islamic Studies (Seerat-un-Nabi ﷺ), University of Management and Technology, Lahore

2 MPhil Scholar in Islamic Studies, Sheikh Zayed Islamic Centre, University of the Punjab, Lahore

committed to spreading Allah's message, even when faced with many challenges. He also responded to those who tried to undermine him, showing the truth and beauty of Islam and exposing the ignorance of his critics.

Keywords: Jews, Muslms, Christians, Non-Muslims

اللہ نے جناب آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تو ساتھ ہی چیزوں کے ناموں کا علم بھی عطا کیا، اور اس کے ساتھ ہی سب سے پہلے فرشتوں نے سوال کیا کہ کیا آپ اس شخص کو زمین میں نائب بنائیں گے جو زمین میں فتنہ وفساد برپا کرے اور جو خونریزی کرے؟ تو اس سوال کا جواب یہ دیا کہ میں وہ سب جاننے والا ہوں جو تمہیں معلوم نہیں ہے۔ فرشتوں کے مطابق وہ پہلے ہی اس کی عبادت کر رہے تھے تو ان کے ہاں اس طرح کا سوال ضروری بھی تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے سوال کا مختصر جواب دیا۔ بعد میں فرشتوں کے سامنے جب آدم علیہ السلام کو کہا گیا تھا کہ انھیں اشیاء کے اسماء بتائیں تو فرشتوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ہم تو بس اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں علم دیا ہے اور اس سوال کو مزید طول نہیں دیا اور اللہ کی بنائی مخلوق کے سامنے جھک گئے۔

ہمارے سامنے بھی جب کوئی سوال پیش کیا جاتا ہے تو ہم اس کے جواب کے لیے بنیادی ذرائع حواس خمسہ کا استعمال کرتے ہیں، جس میں ہاتھ سے چھو کر، آنکھوں سے دیکھ کر، زبان سے اس کا ذائقہ معلوم کرکے، ناک سے سونگھ کر اور کانوں سے سن کر جواب دیا جاتا ہے۔

جیسا کہ اگر کوئی ہم سے پوچھے کہ کھانے کا ذائقہ کیسا ہے تو اس کو چکھ کر ہی بتا دیا جاتا ہے اور اسی طرح کوئی شخص دور سے آرہا ہو تو پوچھنے پر بتا دیا جاتا ہے کہ کون ہے!

یہ وہ سوالات ہیں جو بنیادی ذرائع علوم سے بھی حل طلب ہوتے ہیں مگر کچھ ایسے سوال ہوتے ہیں جن کا جواب حواس خمسہ کے ذریعہ سے بھی ممکن نہیں ہو پاتا جیسا کہ وہ شخص اتنی دور سے کیوں آرہا ہے! اب اس سوال کے جواب کے لیے حواس خمسہ بھی محتاج ہیں۔

مگر ایک مقام ایسا بھی آتا ہے کہ جہاں پر عقل بھی جواب دینے سے قاصر ہوتی ہے۔ مثلاً یہ کہ دیوار کے پیچھے کسی بھی چیز کے بارے میں آگہی عقل نہیں دے سکتی کہ اس دیوار کے پیچھے کیا چیز ہے اور اس کا مقصد کیا

ہے!

ان سوالات کا جواب انسانی سوچ بچار اور اختیار سے بالا ہے، اس کا جواب اللہ رب العزت کی ذات ہی دے سکتی ہے اور اسی لیے ہی اس نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے انبیاء و رسل بھیجے تا کہ ان کو ایسی راہ بتائیں جس کے ذریعے سے وہ بھٹک نہ سکیں اور وہ ذریعہ علم وحی ہے۔

سوالات کا سلسلہ ہر دور میں چلتا رہا اور انبیائے کرام وحی کی روشنی میں ان کے جوابات دیتے رہے، ان میں بعض سوالات ضد اور ہٹ دھرمی پر مبنی ہیں، بلکہ کفار کی جانب سے بیشتر سوالات اسی نوعیت کے ہوتے تھے کہ جس کا مقصود سوائے انبیاء کی عوام الناس کے سامنے تذلیل کے کچھ نہ تھا اور ان کو مجمع میں رسوا کرنا مقصود ہوتا اور اس سے ان کی کافرانہ روش کا بھرپور اندازہ ہوتا ہے۔

اس کے بعد چند ایسے سوالات تھے جس کو ہم لا علمی کہہ سکتے ہیں، جس سے مقصود علم میں اضافہ تھا، چند سوالات مشکلات کے حل کے لیے ہوتے تھے جس میں سائل کا مقصود اس پر مشکل کا حل ہی ہوتا تھا اور ایسے بھی سوالات ملتے ہیں جو اپنی نوعیت کے عجیب و غریب سوال ہیں مگر اللہ نے ان کا جواب بھی دے دیا کہ اتمام حجت ہو جائے جیسا کہ حضرت صالح علیہ السلام سے اونٹنی کا مطالبہ کیا گیا اور جب ان کو وہ اونٹنی عطا کر دی گئی تو قرآن کے مطابق ان لوگوں نے اس کو قتل کر دیا[1]۔ اس کے علاوہ جب ہم دیگر انبیاء کی طرف دیکھیں، خصوصی طور پر موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرف نظر دوڑائیں، تو انھیں بہت ہی عجیب قسم کے سوالات کا سامنا رہا ہے جیسا کہ صحرائے سینا میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل پر من و سلویٰ جیسی نعمتیں اتار رہا ہے، مگر وہ سبزیوں اور دال کا مطالبہ کر رہے ہیں[2]، اسی طرح کے سوالات کی کثرت نے ان کو ایسا جانور ذبح کرنے پر مجبور کر دیا کہ جو ان کو بہت عزیز تھا۔[3]

اسی طرح قرآن میں ایک سورۃ کا نام المائدۃ ہے اس کو دیکھا جائے کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں کی طرف سے ہی دستر خوان کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اور اللہ نے اس کو اتارا۔[4]

حضرت مریمؑ کے ہاں جب عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اس پر لوگوں نے جس انداز سے سوالات کیے مریمؑ

[1] سورۃ الشمس، 91: 15
[2] سورۃ البقرۃ، 02: 61
[3] سورۃ البقرۃ، 02: 69
[4] سورۃ المائدۃ، 05: 114

کے پاس ان کا کوئی جواب نہیں تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے جناب عیسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا اور پھر وہ ماں کی گود میں ہی جواب دیئے کہ میں عبداللہ ہوں اور اس کا بھیجا ہوا نبی ہوں[1] تو ایسے سوالات کا جواب معجزات کے ذریعہ سے بھی دیا گیا۔

اس کے بعد کچھ ایسے بھی سوالات ہوتے ہیں جن کا مقصد سوال کر کے دراصل جواب دینا ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر عیسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے قرآن مجید میں آیا ہے کہ ان سے اللہ قیامت کے روز یہ پوچھے گا کہ کیا تم نے ان لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اپنا الٰہ مان لیں؟[2]

کچھ ایسے سوالات بھی تھے جن کا جواب دینا اللہ تعالیٰ نے ضروری نہیں سمجھا اور تکرار کے باوجود جواب نہیں دیا گیا بلکہ سوال کرنے والے سے اعراض برتنے کا حکم دیا گیا اور یہ سوالات کی آخری نوعیت ہے جسے ضد اور انا پرستی بھی کہہ سکتے ہیں۔

کچھ ایسے بھی سوالات تھے جن سے مقصود صرف اطمینان قلب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں سورۃ البقرۃ میں ارشاد ہوا کہ انہوں نے اللہ سے سوال کیا کہ اے اللہ تو مردہ کو کیسے زندہ کرے گا؟ تو اللہ کو بھی معلوم تھا کہ سوال کی نوعیت کیا ہے مگر پھر بھی پوچھا تا کہ ہماری راہ نمائی ہو جائے، فرمایا کہ کیا تو مجھ پر یقین نہیں رکھتا؟ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ کیوں نہیں یقین رکھتا بلکہ میں تو صرف اپنے دل کو مطمئن رکھنا چاہتا ہوں تو پھر اللہ نے چار پرندوں کو پکڑنے کا کہا اور اس کے ذریعے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کا ایسا جواب دیا کہ وہ مطمئن ہو گئے۔[3]

جہاں تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی دفعہ سوال کے بدلے سوالات کیے اور اس سے مقصود اپنی بات کی تصدیق کرنا ہوتا تھا جیسا کہ قرآن میں تذکرہ ہے کہ:

---

[1] قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ ؕ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَ جَعَلَنِیْ نَبِیًّا(سورۃ مریم، 19: 30)

[2] وَ اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَى ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰهَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ-قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا یَكُوْنُ لِیْۤ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْۗ-بِحَقٍّ ؔؕ-اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗؕ- تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَ لَاۤ اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِكَؕ-اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ(سورۃ المائدۃ، 05: 116)

[3] وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰىؕ-قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْؕ-قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْؕ-قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًاؕ-وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(سورۃ البقرۃ، 02: 260)

(قُلْ یٰٓاَھْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ)[1]

"اے اہل کتاب کیوں آیات الٰہی کا انکار کرتے ہو جب کہ خدا تمہارے اعمال کا گواہ ہے۔"

اسی طرح ایک اور جگہ پر فرمایا:

(قُلْ يٰٓاَھْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ تَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَّ اَنْتُمْ شُهَدَآءُ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ)[2]

"کہئے اے اہلِ کتاب کیوں صاحبانِ ایمان کو راہِ خدا سے روکتے ہو اور اس میں کجی تلاش کرتے ہو جبکہ تم خود اس کی صحت کے گواہ ہو اور اللہ تمہارے اعمال سے غافل نہیں ہے۔"

جیسا کہ اوپر بھی ذکر ہوا کہ سوال کرنے کے لحاظ سے مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں بعض صورتوں میں اعتراض اور بعض حالات میں سوال استہزاء کی نوعیت کا بھی ہوتا ہے، اس میں اس کا صلہ 'ب' کے ساتھ ہوتا ہے مثلاً سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ (ایک مذاق اڑانے والے نے مذاق اڑایا، ہونے والے عذاب کا) (معارج:1)۔ قرآن میں یہ لفظ ان تمام معنوں میں مستعمل ہے۔[3]

سابقہ بحث سے جو رویے اور کردار ہمارے سامنے آئے ہیں ان کی روشنی میں ہم رسول ﷺ سے کیے گئے سوالات کو دیکھیں گے کہ وہ کس نوعیت کے تھے؟

سوالات کے اعتبار سے گروہوں کی تقسیم

بنیادی طور پر جب اس سوال کا جائزہ لیا جائے گا تو ان سوالات کو تقسیم کیا جائے گا کہ یہ سوالات کرنے والے کون تھے، اسی طرح سوالات کے جوابات میں بات مکمل طور پر واضح ہو جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے جس معاشرے میں اسلام کی دعوت دی وہاں بنیادی طور پر چار طرح کے گروہ تھے:

1۔ مشرکین کا گروہ

2۔ منافقین کا گروہ

[1] آل عمران، 03: 98

[2] آل عمران، 03: 99

[3] اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ج: اول، (لاہور: دارالاشاعت اسلامیہ، ستمبر 1967ء) ص: 253

3۔یہودیوں کا گروہ

4۔ مسلمانوں کا گروہ

مشرکین کا گروہ

نبی ﷺ کو اولاً جس گروہ کی طرف سے سوالات کا سامنا کرنا پڑا وہ گروہ مکہ مکرمہ میں موجود تھا۔ آپ ﷺ نے اعلان نبوت کے ساتھ ہی مسلسل تین سال تک خفیہ تبلیغ کی۔[1] پھر آپ ﷺ کو حکم ہوا کہ اپنے نزدیک ترین اور قرابت داروں کو ڈرائیں[2]۔ تو نبی ﷺ نے اپنے خاندان کو دعوت دی اور کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو پکارا تو وہاں سے سوالات کا وہ سلسلہ شروع ہوا جس کی ابتدا ابو لہب نے کی کہ نعوذ باللہ تو غارت ہو کیا تو نے ہمیں اس کام کے لیے بلایا؟[3]، جو کہ بظاہر سوال تھا مگر اسی ابلیسی انداز میں تھا۔ قرآن میں اس کا جواب بہت سخت الفاظ میں دیا گیا کہ ابو لہب خود بھی غارت ہو اور اس کے یہ ہاتھ بھی[4]۔ یہاں پر رسول ﷺ کو ہٹ دھرمی کا سامنا تھا، آپ ﷺ سے گئے سوالات میں سے ایک سوال تھا کہ اگر تم واقعی نبی ہو تو ہمارے پاس فرشتے کیوں نہیں لاتے جو تمہاری تصدیق کر سکیں[5]۔

کچھ مشرکین اور یہودیوں نے اللہ کی صفات کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ جس رب کی تم عبادت کرتے ہو اس کی صفات اور ان کا نسب بیان کریں تو جواباً جبریل علیہ السلام سورۃ الاخلاص لے کر آئے[6] جس میں اللہ کی وحدانیت کا تذکرہ موجود ہے۔

کافروں کے چند رؤسا نے رسول ﷺ کو کہا کہ ہم کچھ وقت کے لیے طے کر لیتے ہیں کہ کچھ عرصہ آپ

[1] مبارکپوری، صفی الرحمنؒ، مولانا، الرحیق المختوم، (لاہور: المکتبہ السلفیہ، اپریل 2003ء)، ص: 111
[2] وَاَنْذِرْعَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَۙ، سورۃ الشعراء 26: 214
[3] الازہری، کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی ﷺ، ج: 2، (لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، 1992ء)، ص: 272
[4] تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِىْ لَهَبٍ وَّ تَبَّؕ (سورۃ اللھب 111: 01)
[5] وَ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الَّذِىْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌؕ(6)لَوْ مَا تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓىٕكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ(سورۃ الحجر 15: 06،07)
[6] پانی پتی، محمد ثناء اللہ، قاضی، تفسیر مظہری، ج: دوازدہم، (کراچی: دارالاشاعت 1997ء)، ص: 579

ہمارے معبودوں کی عبادت کرلیں اور کچھ وقت ہم آپ کے اللہ کی کرلیں گے [1] تو اس کے جواب میں اللہ نے آپ ﷺ کو سورۃ الکافرون وحی کی کہ آپ علی الاعلان کہہ دیں کہ میں اس رب کی عبادت کرتا ہوں جس کی تم عبادت نہیں کرتے اور تم اپنے دین کو پوجو جب کہ میرے لیے میرا دین ہے [2]۔

یہاں سے وہ سلسلہ شروع ہوا جہاں کفار مکہ نے رسول ﷺ سے سوال اٹھانے شروع کیے، مگر ان کی بنیاد کسی مقصود تک پہنچنا نہیں تھا بلکہ اس کی اور بہت سی وجوہات تھی جو کہ قرآنی امثلہ کے ساتھ درج کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

منافقین کا گروہ

ہجرت مدینہ کے بعد مدینہ میں رسو اللہ ﷺ کو منافقین کے گروہ کا سامنا ہوا۔ اللہ نے ان کے کاموں کی نوعیت پر انھیں جہنم کے آخری درجے کا مستحق قرار دیا [3]۔ اس گروہ نے بھی ایسے سوالات کیے جس کا مقصد انا پرستی اور دوسروں کو نیچا دکھانے کی کوشش کرنا تھا اسی وجہ سے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جہنم میں بھی سب سے نچلا درجہ، یہاں عبد السلام بھٹوی صاحب ایک بہت اہم نکتہ بیان کرتے ہیں کہ:

> "جس طرح جنت کے درجات ہیں، سب سے اونچا درجہ فردوس سب سے افضل ہے، اسی طرح جہنم کے بھی درجات ہیں، جو جتنا نیچے ہے اتنا ہی سخت ہے، منافقین جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔" [4]

اس گروہ کا طریقہ واردات سب سے مختلف اور مقصد دھوکہ دہی ہوتا تھا۔ ہر ایسے سوالات کرنے والے کے ساتھ کھڑے ہوتے جو اسلام پر مذاق کا سبب بنے اور کوئی موقع ضائع نہ جانے دیتے اور سوالات و اعتراضات کے انبار کھڑے کر دیتے جیسا کہ اس آیت مبارکہ میں ہے کہ:

(وَمِنْهُم مَّن يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِن لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا

[1] لاہوری، احمد علی، مولانا، تفسیر لاہوری، ج:10، (اکوڑہ ختک: موتمر المصنفین، نومبر 2022ء)، ص:461

[2] (قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ(1)لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ(2)وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُ(3)وَ لَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ(4)وَ لَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ اَعْبُدُؕ(5)لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَ لِیَ دِیْنِ(6)(سورة الكافرون 109: 1-6)

[3] اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِۚ-وَ لَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِیْرًا(سورة النساء، 4 : 145)

[4] بھٹوی، عبد السلام، حافظ، تفسیر القرآن الکریم، ج:1، (لاہور: دار الاندلس، 2014ء)، ص:426

هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ)[1]

”اور ان ہی میں سے وہ بھی ہیں جو خیرات کے بارے میں الزام لگاتے ہیں کہ انہیں کچھ مل جائے تو راضی ہو جائیں گے اور نہ دیا جائے تو ناراض ہو جائیں گے۔“

یہودیوں کا گروہ

یہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے بہت زیادہ سوالات کیا کرتے تھے۔ قرآن مجید میں ان کے حوالے سے فرمایا گیا کہ یہ آپ سے سوال کرتے ہیں[2]۔

یہودیوں کا یہ گروہ رسول ﷺ کے آنے سے پہلے اہلیان مدینہ سے کہا کرتا کہ ایک پیغمبر آئے گا تو ہم اس کی معیت میں تمہارے خلاف جنگ لڑیں گے اس کا تذکرہ قرآن میں بھی ہے[3] اور سیرت کی کتب میں بھی اس کے واضح دلائل موجود ہیں۔ رسول ﷺ ہجرت کے وقت مدینہ پہنچے تو سب سے پہلے ایک یہودی نے ہی دیکھ کر ندا لگائی[4]۔ ان کے سوالات اور اعتراضات کی نوعیت کچھ مختلف تھی، جیسا کہ قریشی سرداروں نے یہود مدینہ سے کہا کہ کوئی ایسا سوال بتائیں جو ہم اس شخص (یعنی محمد ﷺ) سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا: ان سے روح کے بارے میں پوچھو۔ قریش نے آپ ﷺ سے وہی سوال پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

(وَ يَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الرُّوۡحِ قُلِ الرُّوۡحُ مِنۡ اَمۡرِ رَبِّىۡ وَ مَاۤ اُوۡتِيۡتُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ اِلَّا قَلِيۡلًا)

”اور (اے محمدؐ) یہ لوگ آپ سے روح کے بارے پوچھتے ہیں۔ انہیں بتادیں کہ روح تو میرے رب کے حکم سے ایک چیز ہے اور (اے لوگو!) تم کو تو بہت ہی کم علم دیا گیا ہے۔“

اہل مدینہ میں چونکہ یہودی ہی مذہبی طور پر پڑھے لکھے سمجھے جاتے تھے، اس لیے دیگر لوگ ان سے معلومات لیتے تھے کہ یہ نبی (ﷺ) سچا نبی ہے یا نہیں! تو اس کے جواب میں یہودی ان کو ایسے سوالات کرنے کا

[1]) سورة التوبة 9: 58
[2]) يَسۡـَٔلُكَ اَهۡلُ الۡكِتٰبِ اَنۡ تُنَزِّلَ عَلَيۡهِمۡ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ(سورة النساء، 153:04)
[3]) وَ لَمَّا جَآءَهُمۡ كِتٰبٌ مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمۡۙ-وَ كَانُوۡا مِنۡ قَبۡلُ يَسۡتَفۡتِحُوۡنَ عَلَى الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡاۚ-فَلَمَّا جَآءَهُمۡ مَّا عَرَفُوۡا كَفَرُوۡا بِهٖ-فَلَعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ(سورة البقرة، 2: 89)
[4]) کاندھلوی، محمد ادریس، مولانا، سیرۃ المصطفےٰ، ج:1، (دہلی: فرید بک ڈپو، 1999ء)، ص:396

کہا کرتے کہ اگر صحیح نہ بتا سکے تو یقیناً یہ دعویٰ جھوٹا ہو گا لہٰذا انہوں نے مختلف طرح کے سوالات پوچھے جیسا کہ روح کے متعلق، ذوالقرنین[1] کے بارے میں جس کے متعلق صاحب صراط الجنان نے کہا ہے کہ یہ بھی یہودیوں کے مشورے سے کفار مکہ نے رسول ﷺ سے سوال کیا[2] اصحاب کہف کے بارے میں سوالات کیے جس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ رسول ﷺ کی نبوت کے چرچے ہر طرف پھیلے ہیں ان کو جھٹلایا جائے کہ آپ ﷺ ان سوالات کا جواب نہیں دے سکیں گے لہٰذا یہودی علماء نے یہ تین سوالات رسول ﷺ سے کرنے کو کہا جس کے سورۃ الکہف میں تفصیل سے جوابات موجود ہیں اور روح کے متعلق سوال کا جواب سورۃ الکہف کے ساتھ ساتھ سورۃ الاسراء میں دیا ہے[3]۔

سیدنا یوسف علیہ السلام کے متعلق بھی یہودیوں کے اشاروں پر کفار مکہ نے رسول ﷺ سے سوالات کیے جب کہ وہ رسول ﷺ کو مکہ سے نکالنے پر غور کر رہے تھے تو پوچھا گیا کہ بنی اسرائیل کے مصر جانے کا سبب کیا ہوا تھا [4]تو جواب میں اللہ نے اس پورے قصہ کو سورۃ یوسف کی شکل میں اتارا اور اس کو احسن القصص کہہ کر بیان کیا۔ جس میں رسول ﷺ کو حوصلہ دینا بھی مقصود تھا کہ کفار کے ظلم و ستم سے دل برداشتہ نہ ہوں اسی طرح آپ کے بھائی یوسف کے ساتھ بھی ہو چکا ہے۔

ان سوالات سے مقصود رسول ﷺ کی نبوت کا امتحان ہوتا تھا اور یہ بھی کہ اگر رسول ﷺ نے نہیں بتائے تو ان کے لیے شرمندگی کا باعث بنے گا لیکن اللہ نے ان تمام سوالات کا جواب اپنے رسول کی طرف وحی کی صورت میں پہنچا دیے۔

یہودی خود کو اللہ کا مقرب سمجھتے تھے بلکہ اس کی توثیق خود قرآن نے کی ہے کہ ہم نے ان کو پورے جہان پر فضیلت دی[5]۔ اسی بنا پر وہ کہتے تھے کہ ہمیں تو جہنم کی آگ چھوئے گی بھی نہیں اور اگر چھو بھی لے تو تھوڑے دن

[1]) وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنْ ذِی الْقَرْنَیْنِؕ-قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَیْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًاؕ(سورة الكهف، 18: 83۔

[2])صراط الجنان فی تفسیر القرآن، قادری، محمد قاسم، مفتی، مولانا، ج:5(کراچی: مکتبۃ المدینہ، فیضان مدینہ، 2013ء)، ص:508

[3])محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن ج:5، (کراچی: ادارۃ المعارف، ستمبر 1982ء)، ص:535

[4])مودودی، ابو الاعلیٰ، سید، مولانا، تفہیم القرآن ج:2، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 1954ء)، ص:378

[5]) یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَ اَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ(سورة البقرة، 02: 47)

کے لیے ہی[1] اور چونکہ ہم انبیاء کی نسل سے ہیں اس لیے اس کے بعد ہمیں جنت مل جائے گی[2]، اور کہتے ہیں کہ ہم تو اس اللہ کے ابناء ہیں اور اس کے مقربین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے وہاں بھی ان سے سوال کیا کہ اگر ایسا ہی ہے تو پھر تم پر عذاب کیوں مسلط ہوتے ہیں؟[3] مگر درحقیقت وہ اس فضلیت کے قابل نہیں تھے اور ان پر پے در پے عذاب مسلط کر دیے گئے اور اس کی اہم وجہ یہ بھی تھی کہ وہ انبیائے کرام کو قتل کر دیتے تھے۔[4]

اسی طرح ان یہودیوں پر سوال کے بدلے سوال بھی کیے گئے کہ اگر واقعی تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ تم نے انبیاء کو کیوں قتل کیا ہے؟[5]

یہودیوں نے آپ ﷺ سے یہ بھی سوال کیا کہ آپ کے پاس کون سا فرشتہ وحی لاتا ہے تو آپ ﷺ نے کہا کہ میرے پاس جبریل علیہ السلام وحی لاتے ہیں تو اس پر بھی منکر ہو گئے کہ یہ تو وہی ہے جس نے ہم پر عذاب نازل کیے، اگر میکائیل لے کر آتے تو ہم ضرور ایمان لے آتے۔ اس پر اللہ نے آیات نازل کیں جس میں کہا کہ:

﴿قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَ هُدًى وَّ بُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ﴾[6]

"اے رسول کہہ دیجئے کہ جو شخص بھی جبریل کا دشمن ہے اسے معلوم ہونا چاہئے کہ جبریل نے آپ کے دل پر قرآن حکم خدا سے اتارا ہے جو سابق کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہدایت اور صاحبانِ ایمان کے لئے بشارت ہے۔"

یہاں ایک بات اہم ہے کہ عیسائی تو عقیدہ تثلیث کے قائل ہیں مگر یہودی تو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے اور نہ ہی عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہیں تو اس کا جواب ڈاکٹر محمود احمد غازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک لیکچر میں

---

[1]) وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً١ؕ-قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗۤ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ(سورة البقرة، 02: 80)

[2])مودودی، تفہیم القرآن ج:1، ص:90

[3]) وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ وَ النَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗؕ-قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْؕ-بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَؕ-يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُؕ-وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَاؗ-وَ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ(سورة المائدة 05: 18)

[4]) وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَانُوا يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ الْحَقِّۗ ذَٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ(سورة البقرة 02: 61)

[5]) وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَ يَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗۗ-وَ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْؕ-قُلْ فَلِمَ تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ(سورة البقرة 02: 91)

[6]) البقرة، 02: 97

دیا جو کہ محاضرات قرآنی میں درج ہے کہ بحر مردار کے ساتھ ایک پہاڑ ہے وہاں پر ایک غار سے قدیم کتب ملی ہیں جو کہ اب اردن میں اور بعض یورپ میں چھپ چکی ہیں اس میں یہ درج ہے کہ کچھ یہودی پہلے عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا مانتے تھے اور اس پر عیسائی علماء کی کتب میں اسی برائی کو بیان کیا گیا ہے۔[1]

مسلمانوں کا گروہ

مسلمانوں کے نزدیک سوال کی نوعیت عمومی طور پر سیکھنے کی غرض سے ہی ہوتی تھی بلکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایسے سوال کرنے کی اجازت دی ہے کہ جس سے سیکھنا مقصود ہو، جیسا کہ قرآن میں ہے:

(فَسْـَٔلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ)[2]

"اہل ذکر سے پوچھ لو اگر تم لوگ خود نہیں جانتے۔"

کبھی اگر ان کے سوالات پر ان کو ٹوکا گیا تو ان کی تربیت ہی مقصود تھی، جیسا کہ صحابہ کرام کو کہا گیا کہ زیادہ سوال مت کریں جب بات واضح کر دی گئی ہو[3] اور حج کے دوران جب ایک صحابی نے آپ ﷺ سے بار بار سوال پوچھا کہ کیا حج ہر سال فرض ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں ہاں کر دیتا آپ کے لیے مشکل ہو جاتی[4]۔

مسلمانوں کے سوالات کا جہاں تک تعلق ہے تو وہ صرف اور صرف سیکھنا اور اس پر جواب پر عمل کرنا ہی مقصود ہوتا تھا، اس میں زیادہ تر وہی سوال ہیں جس میں کوئی مسئلہ درپیش ہوا تو اللہ تعالیٰ رسول ﷺ کو وحی کے ذریعہ سے اس کا حل بتا دیتے جیسا کہ سورۃ المجادلۃ میں حضرت خولہ سے ان کے شوہر حضرت اوس بن صامت رضی اللہ عنہ ماں کی بمثل کہا اور قبل از اسلام اس کو طلاق ہی مراد لیا جاتا تھا تو وہی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو اللہ نے کفارہ کے ساتھ حکم واضح کر دیا کہ اس طرح کہہ دینے سے وہ اس کی حقیقی ماں نہیں ہو جاتی

---

[1])غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات قرآنی، (لاہور: الفیصل ناشران و تاجران، اگست 2009ء)، ص: 273 تا 276

[2]) النحل، 16: 43

[3]) يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ-وَ اِنْ تَسْـَٔلُوْا عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ-عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ-وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ (سورة المائدة 05: 101)

[4]) عن ابي هريرة، قال: خطبنا رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال: "ايها الناس قد فرض الله عليكم الحج فحجوا "، فقال رجل: اكل عام يا رسول الله؟، فسكت حتى قالها ثلاثا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لو قلت: نعم، لوجبت ولما استطعتم، ثم قال: ذروني ما تركتكم، فإنما هلك من كان قبلكم بكثرة سؤالهم واختلافهم على انبيائهم، فإذا امرتكم بشيء فاتوا منه ما استطعتم، وإذا نهيتكم عن شيء فدعوه".(صحيح مسلم حديث رقم : 3257)

لہٰذا طلاق واقع نہیں ہوئی[1]۔

بعض جگہوں پر قرآن میں سوال کے طور پر فتویٰ لینے کے بارے میں الفاظ استعمال ہوئے ہیں جیسا کہ وراثت کے احکام میں اللہ نے دو جگہوں پر "**يستفتونك**" کا لفظ استعمال کیا[2]۔ اس کا مقصود بھی مسلمانوں کی راہ نمائی کرنا ہی تھا۔

مسلمانوں کا قبلہ جب بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ ہوا تو بہت سے صحابہ کرام کو یہ شک ہوا کہ ان کی پچھلی نیکیاں کہیں ضائع تو نہیں ہو جائیں گی اور جو اصحاب وفات پا چکے ہیں ان کی نیکیوں کا کیا بنے گا[3]۔

قرآن میں ایسے سوالات کے جواب بھی دیئے گئے جو کہ رسول ﷺ کی زندگی میں خود ان کی ذاتی زندگی کے بارے میں تھے مگر اللہ نے اس سے بھی رسول ﷺ کو آگاہ کر دیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پوچھنے پر کہ آپ کو یہ سب کس نے بتایا ہے کہ میں نے راز کی بات تو صرف عائشہ کو بتائی ہے تو آپ ﷺ نے حضرت حفصہ کو کہا کہ مجھے میرے رب کی طرف سے خبر دی گئی ہے[4]۔

نبی ﷺ سے کہا گیا کہ کیا ہم پر کبھی ایسا بھی وقت آئے گا کہ ہم چین اور سکون سے زندگی بسر کر سکیں گے؟ تو جواباً یہ کہا گیا کہ اللہ کی طرف سے ان لوگوں کو زمین پر نیابت کا وعدہ کیا گیا ہے جو صالح کام کریں[5]۔

---

[1]) قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَ تَشْتَكِیْۤ اِلَى اللّٰهِ ﳓ وَ اللّٰهُ یَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَاؕ-اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌۢ بَصِیْرٌ(1) اَلَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآىٕهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْؕ-اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓـِٔیْ وَلَدْنَهُمْؕ- وَ اِنَّهُمْ لَیَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَ زُوْرًاؕ-وَ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ(2) وَ الَّذِیْنَ یُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآىٕهِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّاؕ-ذٰلِكُمْ تُوْعَظُوْنَ بِهٖؕ-وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ(3) فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّاۚ-فَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَاِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًاؕ-ذٰلِكَ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖؕ-وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِؕ-وَ لِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(4)

[2] (1): وَ یَسْتَفْتُوْنَكَ فِی النِّسَآءِؕ-قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِیْهِنَّۙ-وَ مَا یُتْلٰى عَلَیْكُمْ فِی الْكِتٰبِ فِیْ یَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَ تَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ وَ الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الْوِلْدَانِۙ-وَ اَنْ تَقُوْمُوْا لِلْیَتٰمٰى بِالْقِسْطِؕ-وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِیْمًا(سورة النساء 04: 127)

(2): یَسْتَفْتُوْنَكَؕ-قُلِ اللّٰهُ یُفْتِیْكُمْ فِی الْكَلٰلَةِؕ-(سورة النساء 04: 176)

[3]) عثمانی، محمد تقی، مفتی، آسان ترجمہ قرآن، (کراچی: مکتبہ معارف القرآن، 1429ھ)، ص: 103

[4]) وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًاۚ-فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍۚ-فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَاؕ-قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ(سورة التحریم 66: 04)

[5]) وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِی الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۪-وَ لَیُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِیْنَهُمُ الَّذِی ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَیُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًاؕ-یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِكُوْنَ بِیْ شَیْــٴًـاؕ-وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(سورة النور 24: 55)

مزید ایسے سوالات جن کا قرآن میں ذکر آیا ہے کہ صحابہ کرام نے نبی ﷺ سے پوچھا اور اللہ نے اس کا قرآن میں جواب دے دیا جیسا کہ مال کی تقسیم کے حوالے سے پوچھا گیا تو اللہ نے اس کے لیے یہ فرمایا کہ جو بھی ضرورت سے زائد ہے اس کو خرچ کر دیں[1]، اس کے ساتھ ساتھ چاند کے متعلق[2]، شراب اور جوا کے متعلق[3]، پہاڑوں کے متعلق[4]، یتیموں کے حوالے سے[5]، اور اسی طرح حیض کے مسائل کے بارے میں سوال کیے جاتے تھے۔

مختصراً یہ ان چار گروہوں کے رسول ﷺ سے سوالات کے انداز اور رویہ قرآن کی آیات کی روشنی میں واضح ہے کہ کون سا گروہ کس نوعیت کے سوال پوچھتا تھا اب ہم ان سوالات کی وجوہات کا مختصر جائزہ لیتے ہیں کہ آخر ان سوالات کی بنیادی وجوہات کیا ہیں کہ دین اسلام جیسے سچے دین کو ہی لوگوں نے قبول کرنے سے ہچکچاہٹ کے ساتھ ساتھ ایسے رویے اپنائے۔

[1] یَسْئَلُونَکَ ما ذا یُنْفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ۔ (البقرہ:219:2)

[2] یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِؕ-قُلْ هِیَ مَوَاقِیْتُ لِلنَّاسِ وَ الْحَجِّؕ(سورة البقرة 02: 189)

[3] یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِؕ-قُلْ فِیْهِمَاۤ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ٘-وَ اِثْمُهُمَاۤ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَاؕ-وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ۬ؕ-قُلِ الْعَفْوَؕ-كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ(سورة البقرة:219:2)

[4] وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا(105)فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا(106)لَّا تَرٰى فِیْهَا عِوَجًا وَّ لَاۤ اَمْتًاؕ(107)(سورة طه 20: 106)

[5] فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِؕ-وَ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰىؕ-قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَیْرٌؕ-وَ اِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْؕ-وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِؕ-وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْؕ-اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ(سورة البقرة 02: 220)